رسالہ

اَلتَّحرِیرُ الجَیِّد فی حقِّ المسجد [۱۳۱۵]

(مسجد کے حق میں عمدہ تحریر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۳۴: بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذوالحجۃ الحرام ۱۳۱۵ ہجری قدسیہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں، یا آلات یا اوقاف یا زوائد، اجزاء یعنی زمین وعمارت قائمہ کی بیع تو کسی حال ممکن نہیں مگر جب مسجد معاذ اللہ ویران مطلق ہوجائے اور اس کی آبادی کی کوئی شکل نہ رہے تو ایک روایت میں باذنِ قاضیِ شرع حاکمِ اسلام اُس کا عملہ بیچ کر دُوسری مسجد میں صرف کرسکتے ہیں، مواضع ضرورت میں اس روایت پر عمل جائز ہے۔

فی الدرالمختار لوخرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام

درمختار میں ہے اگر مسجد کا گردوپیش ویران ہوگیا اور مسجد کی ضرورت نہیں رہی تب بھی امام اعظم ابوحنیفہ

والثانی ابدا وبہ یفتی وعن الثانی ینقل الی مسجد اٰخر باذن القاضی[1]، وفی ردالمحتار قولہ وعن الثانی الخ جزم بہ فی الاسعاف حیث قال ولوخرب المسجد وماحولہ وتفرق الناس عنہ لایعود الی ملک الواقف عند ابی یوسف فیباع نقضہ باذن القاضی و یصرف ثمنہ الی بعض المساجد[2] اھ وفیہ ایضًا الشیخ الامام امین الدین بن عبدالعال والشیخ الامام احمد بن یونس الشلبی والشیخ زین بن نجیم والشیخ محمد عبدالوفائی فمنھم من افتی بنقل بناء المسجد ومنھم من افتی بنقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر والذی ینبغی متابعۃ المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلافرق بین مسجد اوحوض کما افتی بہ الامام ابوشجاع والامام الحلوانی وکفی بھما قدوۃ ولاسیما فی زماننا فان المسجد اذا لم ینقل

اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے نزدیک وہ ہمیشہ تاقیامت مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ اور امام ابویوسف کی ایک روایت یہ ہے کہ قاضی کی اجازت سے اسے دوسری مسجد کی طرف منتقل کردیا جائیگا۔ ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول "وعن الثانی الخ" اسعاف میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مسجد اور اس کا گردو پیش ویران ہوجائے اور لوگ وہاں سے نقل مکانی کرجائیں تو امام ابویوسف کے نزدیک وہ واقف کی ملک میں نہیں لوٹے گی چنانچہ قاضی کی اجازت سے اس کا ملبہ فروخت کرکے ثمن کسی دوسری مسجد میں صرف کیا جائے گا اھ اسی میں یہ بھی ہے جیسے شیخ امام امین الدین بن عبدالعال، شیخ امام احمد بن یونس شلبی، شیخ زین بن نجیم اور شیخ محمد الوفائی ان بزرگوں میں سے بعض نے مسجد کی عمارت اور بعض نے عمارت اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنے کا فتوٰی دیا، اور جو بات مناسب ہے وہ یہی ہے کہ مسجد وحوض میں فرق کئے بغیر جوازِ نقل میں مشائخ مذکورہ کی اتباع کی جائے جیسا کہ امام ابوشجاع اور امام حلوانی نے اس پر فتوٰی دیا ہے اور ان دونوں اماموں کا مقتدا ہونا کافی ہے خصوصًا ہمارے زمانے میں، کیونکہ اگر مسجد کو منتقل نہ کیا جائے

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۳۷۹

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۳۷۱

یاخذا نقاضه اللصوص والمتغلبون کماھو مشاهد[1] اھ ملتقطاً قلت وللعبد الضعیف ھھنا تحقیق شریف حقق فیه بتوفیق اللہ تعالٰی ان الروایۃ النادرۃ عن الثانی مفرعۃ علی قوله المفتی به کما افادہ فی الدرر والدر خلافا لما فھمه العلامۃ الشامی رحمۃ اللہ تعالٰی وانه یفتی بھا فی مواضع الضرورۃ کما قررہ الشامی ومن سبقه ممن سمی وممن لم یسم وانه یجوز نقل الساحۃ ایضا کما نقل النقض وھو ما مرمن قوله منھم من افتی بنقله ونقل ماله وان قول الدر "ینقل الٰی مسجد اٰخر"[2] محمول علی ظاھرہ وان ذکر النقض والمال والبناء فی کلام غیرہ غیر قید وان حاصل تلك الروایۃ زوال المسجدیۃ مع بقاء الوقفیۃ فلا یعود الٰی ملك البانی اوورثته ویجوز النقل والاستبدال واللہ تعالٰی اعلم بحقائق الاحوال۔

تو چور اور جبری قبضہ کرنے والے لوگ اسباب مسجد لے لیں گے جیسا کہ دیکھا جارہا ہے اھ التقاط **قلت** (میں کہتا ہوں) اس عبدِ ضعیف کی یہاں پر ایک نہایت شاندار تحقیق ہے جس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابویوسف کی روایتِ نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے جیسا کہ اس کا فائدہ درر اور در نے دیا ہے بخلاف اس کے جو علامہ شامی نے سمجھا اور مواضع ضرورت میں اس پر فتوٰی دیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامی اور ان کے پیش رو ائمہ نے اس کی تقریر فرمائی ان میں سے بعض کا نام علامہ شامی نے ذکر کیا اور بعض کا نام ذکر نہیں کیا، اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ مسجد کے ملبہ کی طرح اس کے میدان کو بھی نقل کرنا جائز ہے، اور علامہ شامی کا یہ قول گزرچکا ہے کہ ان میں سے بعض نے مسجد کو نقل کرنے اور اس کے مال کو نقل کرنے کا فتوٰی دیا ہے اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ در کا یہ قول "اس مسجد کو دوسری مسجد کی طرف نقل کیا جائے گا" اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ کہ در کے غیر کے کلام میں ملبہ، مال اور عمارت کا ذکر بطور قید نہیں اور یہ کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ وقفیت کے باقی رہنے کے باوجود مسجدیت کا زوال ہے لہٰذا بانی یا اس کے وارثوں کی طرف ملک عود نہیں کرے گی اور اس کا نقل کرنا اور تبدیل کرنا جائز ہے اور احوال کی حقیقتوں کو اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۲
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

ہاں اگر معاذ اللہ مسجد کی کچھ بنا منہدم ہوجانے یا اس میں ضعف آجانے کے سبب خود منہدم کرکے از سرِ نو تجدید عمارت کریں اب جو اینٹوں کڑیوں تختوں کے ٹکڑے حاجتِ مسجد سے زائد بچیں کہ عمارتِ مسجد کے کام نہ آئیں اور دوسرے وقت حاجتِ عمارت کے لئے اُٹھا رکھنے میں ضائع ہونے کا خوف ہو تو ان دو شرطوں سے ان کی بیع میں مضائقہ نہیں مگر اذنِ قاضی درکار ہے اور اُس کی قیمت جو کچھ ہو وہ محفوظ رکھی جائے کہ عمارت ہی کے کام آئے۔

فی ش عن ط عن الهندية مسجد مبنی اراد رجل ان ينقضه ويبنيه احكم، ليس له ذلك لانه لاولاية له مضمرات، الا ان يخاف ان ينهدم ان لم يهدم تاتارخانية، وتاويله ان لم يكن البانی من اهل تلك المحلة واما اهلها فلهم ان يهدموه ويجددوا بناءه ويفرشوا الحصير ويعلقوا القناديل لكن من مالهم لا من مال المسجد الا بامر القاضی خلاصة[1] اھ وفی العقود الدرية عن البحر عن عمدة الفتاوی لايجوز بيع بناء الوقف قبل هدمه[2] اھ وفی الهندية عن السراجية لو باعوا غلة المسجد او نقض المسجد بغير اذن القاضی الاصح انه لايجوز[3] اھ وفی الدر صرف الحاكم او المتولی نقضه او ثمنه ان تعذر

شامی میں ط سے بحوالہ ہندیہ مذکور ہے کہ تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر اگر کوئی شخص پہلے سے مضبوط تر بنانا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ اس کو ولایت حاصل نہیں، مضمرات۔ مگر اس وقت ایسا کرنا جائز ہے جب یہ ڈر ہو کہ اگر وہ نہیں گرائیگا تو از خود گر جائے گی، تاتارخانیہ۔ تاویل اس کی یہ ہے کہ جب نئی مسجد بنانے والا اس محلہ کا باشندہ نہ ہو لیکن اہل محلہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ پرانی مسجد کو گرا کر اس کو نئے سرے سے تعمیر کریں، اس میں چٹائیاں بچھائیں اور قندیلیں لٹکائیں لیکن یہ سب کچھ وہ اپنے مال سے کریں مسجد کے مال سے بلا اجازتِ قاضی وہ ایسا نہیں کرسکتے، خلاصہ۔ اور عقود الدریہ میں بحر سے بحوالہ عمدۃ الفتاوٰی منقول ہے کہ گرانے سے قبل وقف کی عمارت کو فروخت کرنا جائز نہیں اھ ہندیہ میں سراجیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۰
[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ کتاب الوقف حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۱۵
[3] فتاوٰی ہندیۃ ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۳

اعادة عینه الی عمارته ان احتاج والاحفظه لیحتاج، الا اذا خاف ضیاعه فیبیعه ویمسك ثمنه لیحتاج[1]

لوگوں نے قاضی کی اجازت کے بغیر مسجد کا غلہ یا اس کا ملبہ فروخت کر دیا تو اصح قول کے مطابق یہ جائز نہیں اھ۔ درمختار میں ہے حاکم یا متولی وقف کے ملبہ یا اس کی قیمت کو صرف کرے اگر وقف کا اعادہ بعینہٖ اس کی عمارت کی طرف متعذر ہو اگر حاجت ہو مرمت کی ورنہ قضائے حاجت کے لئے محفوظ رکھے، مگر جب اس کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو اس کو فروخت کرکے ثمن وقتِ حاجت کے لئے رکھ چھوڑے۔ (ت)

آلات یعنی مسجد کا اسباب جیسے بوریا، مصلّے، فرش، قندیل، وہ گھاس کہ گرمی کے لئے جاڑوں میں بچھائی جاتی ہے وغیر ذٰلک، اگر سالم و قابلِ انتفاع ہیں اور مسجد کو اُن کی طرف حاجت ہے تو اُن کے بیچنے کی اجازت نہیں، اور اگر خراب و بیکار ہوگئی یا معاذاللہ بوجہ ویرانیِ مسجد اُن کی حاجت نہ رہی، تو اگر مالِ مسجد سے ہیں تو متولی، اور متولی نہ ہو تو اہلِ محلہ متدین امین باذنِ قاضی بیچ سکتے ہیں، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد کو دئے تھے تو مذہب مفتٰی بہ پر اُس کی ملک کی طرف عود کرے گی جو وہ چاہے کرے، وہ نہ رہا ہو تو اُس کے وارث وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتا نہ ہو تو اُن کا حکم مثل لقطہ ہے، کسی فقیر کو دے دیں خواہ باذنِ قاضی کسی مسجد میں صرف کر دیں۔

فی الھندیة عن الذخیرة رباط کثرت دوابه وعظمت مؤنتها ھل للقیم ان یبیع شیئا منها وینفق ثمنها فی علفها او مرمة الرباط، فھذا علی وجھین ان بلغ سن البعض الی حد لایصلح لما ربطت له، فله ذٰلك وما لا فلا[2] الخ وفی الخانیة جنازة او نعش

ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ ایک رباط کے جانور بہت زیادہ ہوگئے اور ان کا خرچہ بہت بڑھ گیا تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کرکے ان کی قیمت جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں، اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، اگر بعض جانوروں کی عمریں اس قدر زیادہ ہو چکی ہیں کہ وہ اس مقصد کی صلاحیت نہیں رکھتے جس کے لئے ان کو رباط میں باندھا گیا ہے تو متولی انھیں فروخت کر سکتا ہے ورنہ

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبع مجتبائی دہلی | ۳۸۲/۱

[2] فتاوٰی ہندیہ | کتاب الوقف الباب الثانی | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۴۷۰/۲

للمسجد فسد فباعه اهل المسجد قالوا الاولى ان يكون البيع بامر القاضي والصحيح ان بيعهم لايصح بغير امر القاضي[1] اھ وفيها بسط من ماله حصيرا في المسجد فخرب المسجد ووقع الاستغناء عنه فان ذلك يكون له ان كان حيا ولوارثه ان كان ميتا وان بلي ذلك كان له ان يبيع ويشتري بثمنها حصيرا اٰخر، وكذا لو اشترى حشيشا او قنديلا للمسجد فوقع الاستغناء عنه، وعند ابي يوسف يباع ويصرف ثمنه الٰى حوائج المسجد فان استغنى عنه هذا المسجد يحول الى المسجد الاٰخر، والفتوى على قول محمد، ولو ان اهل المسجد باعوا حشيش المسجد او جنازة او نعشا صار خلقا ومن فعل ذلك غائب، لا يجوز الا باذن القاضي هو الصحيح[2] اھ في الهندية

نہیں الخ۔ خانیہ میں ہے مسجد کا تابوت اور مسجد کی چارپائی جو کہ خراب ہو چکی ہو پس اہل مسجد نے اسے فروخت کردیا تو مشائخ فرماتے ہیں کہ قاضی کے حکم سے بیع کا ہونا اولٰی ہے اور صحیح یہ ہے کہ بلا اذنِ قاضی ان کی بیع درست نہیں ہوگی اھ اسی میں ہے کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد میں چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہوگئی اور اس چٹائی کی ضرورت نہ رہی تو وہ چٹائی بچھانے والے کی ہوگی اگر وہ زندہ ہے ورنہ اس کے وارثوں کی ہوگی، اور اگر وہ چٹائی بوسیدہ ہوجائے تو بچھانے والے کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے نئی چٹائی خریدلے۔ اسی طرح حکم ہے اگر کسی نے مسجد کے لئے گھاس یا قندیل خریدا پھر اس کی ضرورت نہ رہی ہو، اور امام ابویوسف کے نزدیک ان چیزوں کو فروخت کرکے ان کی قیمت کو مسجد کی ضروریات پر صرف کیا جائے گا اور اگر اس مسجد کو ضرورت نہ ہو تو دوسری مسجد کی طرف منتقل کیا جائے گا، اور فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے، اور اگر اہل مسجد نے مسجد کی پرانی گھاس یا پرانا تابوت یا پرانی چارپائی فروخت کردی جبکہ یہ چیزیں مسجد کو دینے والا غائب ہے تو قاضی کی اجازت کے بغیر یہ جائز نہیں اور یہی صحیح ہے اھ ہندیہ میں ہے

---

[1] و [2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف مطبوعہ نولکشور لکھنؤ اول ۷/۱۶ ، دوم ۷/۱۳
فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۸

ذکر ابواللیث فی نوازلہ حصیر المسجد اذا صار خلقا واستغنی اھل المسجد عنہ وقد طرحہ انسان ان کان الطارح حیا فھولہ وان کان میتا ولم یدع لہ وارثا ارجوان لاباس بان یدفع اھل المسجد الی فقیرا وینتفعوا بہ فی شراء حصیرا اٰخر للمسجد والمختار انہ لایجوز لھم ان یفعلوا ذٰلک بغیر امر القاضی کذا فی محیط السرخسی اھ[1] فی رد المحتار عن البحر الفتوی علی قول محمد فی اٰلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد[2]

کہ ابواللیث نے اپنی نوازل میں ذکر کیا کہ مسجد کی چٹائی جب پُرانی ہوگئی اور اہلِ مسجد کو اس کی ضرورت نہ رہی جبکہ اس کو ایک شخص نے ڈلوایا تھا وہ اسی کی ہوگی۔ اگر وہ زندہ ہے اور اگر وُہ مرگیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو میں امید کرتا ہُوں کہ اس بات میں حرج نہیں کہ اہلِ مسجد وُہ چٹائی کسی فقیر کو دے دیں یا اس کو بیچ کر مسجد کے لئے دوسری چٹائی خریدنے میں اس سے نفع اٹھائیں، اور مختار یہ ہے کہ قاضی کی اجازت کے بغیر انھیں ایسا کرنا جائز نہیں، محیط سرخسی میں یونہی ہے اھ، ردالمحتار میں بحوالہ بحر ہے کہ آلات مسجد کے بارے میں فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے اور تابید مسجد کے بارے میں فتوٰی امام ابویوسف کے قول پر ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما (ت)

اوقاف جبکہ عامر وآباد نہ ہوں اُن کی بیع اصلاً جائز نہیں مگر بناچاری کہ ظالم نے زبردستی اُن پر قبضہ کرلیا اور اُس سے رہائی کی سبیل نہیں مگر وہ قیمت دینے پر راضی ہے تو بمجبوری ثمن لے کر اُن کے عوض اور خرید کر اُن کے قائم مقام کردیں یا جبکہ واقف نے اصل وقف میں استبدال شرط کرلیا ہو تو جائز ہے کہ انھیں بیچ کر تبدیل کرلیں،

فی الدر عن الاشباہ لایجوز استبدال العامر الا فی اربع[3] فی رد المحتار، الاولی لو شرطہ الواقف، الثانیۃ اذا غصبہ غاصب واجری

درمختار بحوالہ اشباہ مذکور ہے کہ چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے (ان چار صورتوں میں سے) پہلی صورت یہ ہے کہ خود واقف نے تبدیل کرنے کی شرط لگائی ہو،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۸

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۱

[3] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۴

عليه الماء حتى صار بحرا، فيضمن
القيمة ويشتري المتولي بها ارضا بدلا،
الثالثة ان يجحده الغاصب ولا بينة
اي واراد دفع القيمة فللمتولي اخذها
ليشتري بها بدلا، الرابعة ان يرغب
انسان فيه ببدل اكثر غلة واكثر صقعا
فيجوز على قول ابي يوسف وعليه الفتوى
كما في فتاوى قارئ الهداية قال صاحب
النهر في كتابه اجابة السائل
قول قارئ الهداية "والعمل
على قول ابي يوسف" معارض
بما قاله صدر الشريعة
"نحن لا نفتي به"، وقد
شاهدنا في الاستبدال ما
لا يعد ويحصى، فان
ظلمة القضاة جعلوه حيلة
لابطال اوقاف المسلمين
وعلى تقديره فقد قال
في الاسعاف المراد بالقاضي
هو قاضي الجنة المفسر
بذي العلم والعمل اه ولعمري
ان هذا اعز من الكبريت
الاحمر، وما اراه الا لفظا
يذكر فالاحرى فيه السد
خوفا من مجاوزة الحد

دوسری صورت یہ ہے کہ غاصب نے اسے غصب
کرکے اس پر پانی جاری کر دیا یہاں تک کہ وہ وقف
دریا بن جائے تو اس صورت میں غاصب قیمت کا
تاوان دے گا اور متولی اس قیمت کے بدلے دوسری
زمین خریدے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ غاصب
انکاری ہے اور گواہ نہیں ہیں یعنی غاصب وقف
زمین کی قیمت دینے پر آمادہ ہے تو متولی کو اختیار
ہے کہ اس سے قیمت وصول کرلے تاکہ اس کے
بدلے دوسری زمین خریدلے۔ چوتھی صورت یہ ہے
کوئی شخص وقف زمین میں ایسی زمین کے بدلے
رغبت رکھتا ہے جو غلہ کے اعتبار سے زمین وقف
سے اکثر اور محل وقوع کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت
ہو تو امام ابویوسف کے قول پر تبدیل کرلینا جائز ہے
اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ فتاوٰی قاری الہدایہ میں
ہے، صاحب نہر نے اپنی کتاب اجابۃ السائل میں
فرمایا قاری الہدایہ کا کہنا کہ عمل امام ابویوسف کے
قول پر ہے صدر الشریعۃ کے اس قول کے مخالف ہے
کہ ہم اس پر فتوٰی نہیں دیتے تحقیق ہم نے وقف
کی تبدیلی میں بے شمار (خرابیاں) دیکھی ہیں کیونکہ
ظالم قاضیوں نے اس کو مسلمانوں کے اوقاف
باطل کرنے کا حیلہ بنالیا ہے، اسی لئے اسعاف
میں فرمایا کہ قاضی مستبدل سے مراد قاضی بہشت
ہے جس کی تفسیر اہل علم وعمل کے ساتھ کی جاتی
ہے اھ میری عمر کی قسم یہ صورت تو کبریت احمر سے
بھی زیادہ نادر ہے اور میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ

والله سائل كل انسان اهـ قال العلامة البيري بعد نقله اقول وفي فتح القدير الموجب الشرط او الضرورة ولا ضرورة في هذا اذ لا تجب الزيادة بل نبقيه كما كان اهـ اقول ما قاله هذا المحقق هو الحق الصواب اهـ كلام البيري وهذا ما حرره العلامة القنائي اهـ ما في رد المحتار مختصرًا وراْتني كتبت على هامش قوله واجرى عليه الماء حتى صار بحرا ما نصه اقول على هذا لم يبق عامرا وفيه كلام والصورة الرابعة سياْتي ان الحق عدم جواز الاستبدال فيها فلم يبق الا صورتان بل لك ان تقول الثالثة ايضا خراب معنى وان لم يكن صورة فلك ان تقول ان العامر لا يستبدل الا بشرط كما هو قضية

مگر محض لفظ جس کا ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ حد سے تجاوز کرنے کے خوف کے پیشِ نظر زیادہ مناسب اس میں ممانعت ہے اور اللہ تعالٰی ہر انسان سے پوچھنے والا ہے اھ علامہ بیری نے اس کو نقل کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اور فتح القدیر میں ہے کہ استبدال کا موجب یا تو شرطِ استبدال ہے یا ضرورتِ استبدال جبکہ یہاں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وقف پر زیادتی واجب نہیں بلکہ ہم اس کو پہلی حالت پر باقی رکھیں گے اھ میں کہتا ہوں جو کچھ اس محقق نے کہا وہی حق اور درست ہے اھ کلام البیری۔ یہ وہ ہے جس کو علامہ قنائی نے تحریر کیا ہے اھ مختصراً ردالمحتار،[1] اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شامی کے قول کہ "غاصب نے زمین وقف پر پانی بہایا یہاں تک کہ وہ دریا بن گئی" پر یوں حاشیہ لکھا کہ میں کہتا ہوں اس صورت میں وُہ آباد نہ رہی حالانکہ کلام تو آباد زمین میں ہو رہی ہے، اور عنقریب چوتھی صورت کے بارے میں آرہا ہے کہ اس میں حق استبدال کا عدمِ جواز ہے، تو اب صرف دو ہی صورتیں باقی رہیں بلکہ تو کہہ سکتا ہے کہ تیسری صورت بھی معنًی خراب ہے اگرچہ صورتاً نہیں، لہذا تو کہہ سکتا ہے کہ آباد زمینِ وقف میں استبدال نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ واقف نے خود استبدال کی شرط لگادی ہو،

---

[1] ردالمحتار كتاب الوقف داراحياء التراث العربي بيروت ۳/ ۳۸۹

ماحققه المحقق فی الفتح حیث حصرہ فی الشرط او ضرورۃ خروجه من الانتفاع به وان شئت اوضحت فقلت ان الوقف مهما امکن الانتفاع به لم یجز استبداله الا بالشرط۔

جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور کلام محقق کا تقاضا ہے جہاں اس نے استبدال کو شرط یا انتفاع سے خارج ہونے کی ضرورت میں منحصر کیا ہے اگر تو تفصیل کا طلبگار ہے تو میں کہتا ہوں کہ جب تک وقف سے انتفاع ممکن ہو بلا شرط اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

پھر بحالت شرط استبدال بھی اس تبدیل کا جواز چند شرطوں سے مشروط،

اولاً یہ تبدیل کرنے والا خود واقف ہو یا وہ جس کی تبدیل اس نے شرط کی ہو مثلاً اپنے لئے تبدیل شرط کی تو متولی وغیرہ کسی کو اختیار نہیں اور دوسرے کے لئے شرط کی تو واقف کو اختیار رہے۔

ثانیاً جتنی بار شرط کی اُس سے زائد نہ ہو مثلاً کہا کہ مجھے تبدیل کا اختیار ہے تو ایک ہی بار بدل سکتا ہے اور اگر کہا جس قدر بار چاہوں تبدیل کروں تو ہمیشہ مختار رہے۔

ثالثاً تبدیل عقار یعنی جائداد غیر منقولہ ہو نہ روپیہ اشرفی سے۔

رابعاً عقار میں تخصیص کر دی ہے تو اس کے خلاف کا اختیار نہیں مثلاً زمین سے بدلنا شرط کیا تو مکان سے تبدیل نہیں کر سکتا اور مکان کی شرط کی زمین سے تبدیل کا اختیار نہیں رکھتا یونہی فلاں شہر یا گاؤں کی زمین یا فلاں محلہ کے مکان یا فلاں بازار کی دُکان کی تخصیص کی تو معتبر رہے گی۔

خامساً تبدیل مکان بمکان میں وہ مکان اسی محلہ کا ہو یا اس سے بہتر کا، یونہی دکان میں بازار وہی ہو یا اُس سے بہتر۔

سادساً بیع میں غبن فاحش نہ ہو۔

سابعاً ایسے کے ہاتھ بیع نہ کرے جس کے لئے اس کی شہادت بوجہ تہمت رعایت مقبول نہ ہو جیسے باپ بیٹا۔

اقول خلاصہ یہ کہ مخالفتِ شرط و مظنّہ مخالفتِ نفع وقف سے بچے سب شرائط انھیں دو کلموں میں آگئے،

اما الاولان والرابع فمن الاولی ولیس استبداله بنفسه اذ اشرطه لغیرہ من باب الخلاف

بہرحال پہلی دونوں اور چوتھی شرط ہے تو اوّل میں خود واقف کا تبدیل کرنا جبکہ وہ غیر کیلئے استبدال کی شرط کرچکا ہو خلاف شرط کے قبیلہ سے نہیں،

لما صرح به فی الخانیة اٰخر فصل الشرط فی الوقف ان الواقف ھو الذی شرط لذٰلك الرجل وما شرط لغیرہ فھو مشروط لنفسہ[1] اھ واما البواقی ففی الاخری فان النقد اسرع ھلاکا من العقار فالاستبدال بہ نزول الی الاخس وفیہ مخالفۃ النفع والسابع مظنتھا۔

اس دلیل کی بناء پر جس کی تصریح خانیہ کے باب الوقف، فصل الشرط کے آخر میں کی گئی کہ بیشک واقف وہی ہے جس نے اس شخص (غیر) کے لئے استبدال کی شرط لگائی اور جو شرط اس نے غیر کے لئے لگائی وہ خود اس کے اپنے لئے بھی شرط ہوئی اھ لیکن باقی شرطوں میں سے دوسری اس لئے کہ نقدی عقار کی بنسبت جلد ہلاک ہوتی ہے تو نقدی کے ساتھ وقف زمین کا تبادلہ گھٹیا کی طرف نزول ہوگا اور اس میں نفع کی مخالفت ہے اور ساتویں شرط میں اس مخالفت کا ظن ہے۔ (ت)

ہاں جو وقف ویران وخراب ہوجائے تو قاضی الشرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خدا ترس کو بلا شرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اسے بیع کردوسری جائداد اسی غرض کے لئے اس کے قائم مقام کردینے کی اجازت ہے بچند شروط، چار شرطیں تو یہی کہ اوپر گزریں یعنی اول وثانی و رابع کے سوا اور پانچویں شرط جو ابھی بیان کی کہ قاضی قاضی بہشت ہو نہ قاضی جہنم،

سادسًا وقف کا کچھ غلہ کرایہ وغیرہ الیسا نہ ہو جس سے اس کی آبادی ہوسکے۔

سابعًا ویرانی کامل ومطلق ہو کہ اصلاً قابلِ انتفاع نہ رہے جس غرض کے لئے وقف کیا کچھ کام نہ دے یا آمدنی اس قدر ناقص ہو کہ اس کے خرچ کو بھی غیر وافی ہو،

ھذا ما لخصناہ بتوفیق اللہ تعالٰی من کلمات العلماء ولنذکر کلامھم لیتضح لك جلیلۃ المآل قال فی رد المحتار اعلم ان الاستبدال علی ثلثۃ وجوہ، الاول ان یشترطہ الواقف لنفسہ اولغیرہ اولنفسہ

یہ وہ خلاصہ ہے جو ہم نے علماء کی کلاموں سے اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ اخذ کیا ہے اب ہم ان علماء کرام کا کلام ذکر کرینگے تاکہ تیرے لئے بحث کے انجام کی عظمت واضح ہوجائے۔ ردالمحتار میں فرمایا تو جان لے کہ استبدال تین وجہوں پر ہے، اول یہ کہ واقف نے اپنے لئے یا غیر کے لئے یا دونوں کیلئے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی مسائل الشرط فی الوقف مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۱۲

وغیرہ، فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح، والثانی ان لایشرطہ سواء شرط عدمہ اوسکت لکن صار بحیث لاینتفع بہ بالکلیۃ بان لایحصل منہ شیئ اصلا او لایفی بمؤنتہ فھو ایضا جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیہ المصلحۃ فیہ، والثالث ان لایشرطہ ایضا ولکن فیہ نفع فی الجملۃ و بدلہ خیر منہ ریعا و نفعا وھذا لایجوز استبدالہ علی الاصح المختار کذا حررہ العلامۃ قنالی زادہ وھوماخوذ من الفتح[1] اھ ثم قال وفی البحر المعتمد انہ بلاشرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وان لایکون ھناک ریع للوقف یعمر بہ وان لایکون البیع بغبن فاحش وشرط فی الاسعاف ان یکون المستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل

استبدال کی شرط لگائی ہو تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق استبدال جائز ہے۔ دوم یہ کہ واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو عام ازیں کہ عدم استبدال کی شرط لگائی ہو یا خاموشی اختیار کی ہو لیکن وقف ایسا ہوگیا کہ اب اس سے بالکل نفع نہیں اٹھایا جاسکتا بایں طور کہ اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا یا اتنا حاصل ہوتا ہے جس سے وقف کا خرچہ پورا نہیں ہوتا تو اصح قول کے مطابق اس میں بھی استبدال جائز ہے بشرطیکہ قاضی اس کا اذن دے اور وہ اس میں مصلحت سمجھے۔ سوم یہ کہ واقف نے استبدال کی شرط تو نہ کی ہو لیکن اس وقف میں کچھ نفع ہو اور اس کا بدل ماحول اور نفع کے اعتبار سے وقف سے بہتر ہو تو اصح و مختار قول کے مطابق اس کا استبدال جائز نہیں۔ علامہ قنالی زادہ نے یوں ہی تحریر فرمایا ہے اور یہی فتح سے ماخوذ ہے اھ پھر فرمایا اور بحر میں ہے معتمد یہ ہے کہ بلا شرط ہے جبکہ قاضی کے لئے اس شرط کے ساتھ استبدال جائز ہے کہ وقف کلی طور پر انتفاع سے خارج ہو جائے اور نہ ہی وقف کا ماحول اس قابل ہو کہ اس کے ذریعے وقف کو آباد کیا جاسکے اور نہ ہی یہ بیع غبن فاحش کے ساتھ ہو۔ اسعاف میں یہ شرط لگائی گئی کہ تبدیل کرنے والا قاضی بہشت یعنی صاحب علم وعمل ہو

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ٣٨٧/٣

ویجب ان یزاد اٰخر فی زماننا وھو ان
یستبدل بعقار لا بدراھم ودنانیر
فانا قد شاھدنا النظار یأکلونھا
وافاد فی البحر زیادۃ شرط سادس
ان لایبیعہ ممن لا تقبل
شھادتہ لہ ولاممن لہ علیہ
دین، حیث قال باع من رجل
لہ علی المستبدل دین و
باع الوقف بالدین وینبغی
ان لا یجوز علی قول ابی یوسف
وھلال لانھما لا یجوزان
البیع بالعروض فالدین
اولی اھ وذکر عن القنیۃ
مایفید شرطا سابعا
حیث قال مبادلۃ دار الوقف
بدار اخری انما یجوز
اذا کانتا فی محلۃ واحدۃ
او محلۃ الاخری خیرا،
وبالعکس لا یجوز وان
کانت المملوکۃ اکثر مساحۃ
وقیمۃ واجرۃ لاحتمال
خرابھا فی ادون المحلتین اھ
وزاد قنالی زادہ ثامنا
وھو ان یکون البدل
والمبدل من جنس واحد

اور ہمارے زمانے میں ایک اور شرط کا اضافہ ضروری
ہے وہ یہ وقف کا تبادلہ عقار کے ساتھ کیا جائے
نہ کہ درہموں اور دیناروں کے ساتھ، کیونکہ ہم
نے دیکھا ہے کہ متولی وقف کے عوض دراہم ودینار
نگل جاتے ہیں۔ اور بحر نے چھٹی شرط کے اضافے
کا فائدہ دیا ہے وہ یہ کہ وقف کی زمین ایسے شخص
کے ہاتھ فروخت نہ کرے جس کے حق میں اس کی
گواہی مقبول نہیں اور نہ ہی ایسے کے ہاتھ
فروخت کرے جس کا یہ مقروض ہے۔ جہاں
صاحب بحر نے فرمایا کہ وقف کو ایسے شخص کے ہاتھ
فروخت کیا جس کا تبدیل کرنیوالے پر قرض تھا اور
اس نے قرض کے بدلے وقف کو بیچا تو امام
ابو یوسف اور ہلال کے نزدیک یہ بیع ناجائز
ہونی چاہئے کیونکہ یہ دونوں عروض کے عوض بیع کو
ناجائز مانتے ہیں، تو دین کے عوض بدرجۂ اولٰی
ناجائز ہوگی اھ اور قنیہ کے حوالے سے صاحب بحر
نے جو ذکر کیا وہ ساتویں شرط کا فائدہ دیتا ہے
جہاں یہ فرمایا کہ وقف مکان کو دوسرے مکان سے
تبدیل کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ وہ
دونوں مکان ایک ہی محلہ میں واقع ہوں یا دوسرا
محلہ بہتر ہو اور اس کے برعکس استبدال ناجائز
ہے اگرچہ تبدیل شدہ مکان وسعت، قیمت اور اجرت
کے اعتبار سے وقف کی بنسبت اکثر ہو کیونکہ کمتر محلہ
میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی خرابی کا احتمال
ہے اھ، اور قنالی زادہ نے آٹھویں شرط کا اضافہ کیا

لما فی الخانیة لوشرط لنفسه استبدالها بدار لم یکن له استبدالها بارض و بالعکس او بارض البصرة تقید اھ فهذا فیما شرطه لنفسه فکذا یکون شرطا فیما لم یشرطه لنفسه بالاولی تامل ثم قال والظاهر عدم اشتراط اتحاد الجنس فی الموقوفة للاستغلال لان المنظور فیها کثرة الریع وقلة المرمة والمؤنة اھ ولا یخفی ان هذه الشروط فیما لم یشرط الواقف استبداله لنفسه او غیره، فلو شرطه لایلزم خروجه عن الانتفاع ولا مباشرة القاضی له ولا عدم ریع یعمر به کما لا یخفی فاغتنم هذا التحریر[1] اھ کلام الشامی ملخصا و رأیتنی کتبت علی هامشه عند ذکره الشرط الثامن و هو اتحاد جنس البدلین

وہ یہ کہ بدل اور مبدل دونوں ایک ہی جنس سے ہوں اس دلیل کی بنا پر جو خانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے شرط لگائی کہ وہ وقف گھر کو گھر سے بدلے گا تو اس کے بدلے میں زمین لینا اس کے لئے جائز نہیں یونہی اس کے برعکس یا یہ شرط لگائی کہ اس کے بدلے بصرہ کی زمین لے گا تو یہ مقید ہوجائے گا اھ یہ اس صورت میں ہے جب واقف نے اپنے لئے یہ شرط لگائی ہو اسی طرح یہ بدرجہ اولٰی شرط ہوجائے گی جبکہ اس نے خاص اپنے لئے یہ شرط نہ لگائی ہو، غور کر، پھر فرمایا غلہ حاصل کرنے کے لئے زمین موقوفہ کے استبدال میں ظاہر اتحادِ جنس کا شرط نہ ہونا ہے کیونکہ اس میں سبزہ، گھاس اور غلہ کی کثرت اور مرمت اور خرچہ کی قلت ملحوظ ہوتی ہے اھ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تمام شرطیں اس صورت میں ہیں جب واقف نے اپنے لئے یا غیر کے لئے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، چنانچہ اگر واقف نے استبدال کی شرط لگائی ہے تو استبدال کے لئے وقف کا انتفاع سے خروج اور اس کے لئے قاضی کی مباشرت اور وقف کے مال کا ایسا نہ ہونا جس سے اس کو آباد کیا جاسکے کچھ بھی ضروری نہیں جیسا کہ مخفی نہیں، پس اس تحریر کو غنیمت سمجھ اھ تلخیص کلام شامی۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شامی

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۸

مانصه **اقول** الذی یظهر للعبد الضعیف انه غیر شرط الا لاتباع الشرط حتی لو شرط الاستبدال و اطلق لم یتقید بالجنس کما یفیده کلام الاسعاف فاذن لا یکون هذا مشروطا فی التبدیل بلا شرط، ثم راجعت الخانیة فوجدت کلامها انص علی ما فهمت وللّٰه الحمد حیث قال رضی اللّٰه تعالٰی عنه، لوقال ارضی صدقة موقوفة علی ان لی ان استبدل بها بارض اخری لم یکن له ان یستبدل بها دارا لانه لا یملک تغیر الشرط، ولو قال ان لی ان استبدل بها دارا لم یکن له ان یستبدل بها بارض، ولو شرط الاستبدال ولم یذکر ارضا ولا دارا فباع الارض الاولی کان له ان یستبدل بها بجنس العقارات ماشاء من دار وارض لاطلاق اللفظ[1]

کے اس مقام پر حاشیہ لکھا جہاں علامہ شامی نے آٹھویں شرط یعنی بدلین میں اتحادِ جنس کا صراحتاً ذکر کیا (اور وہ حاشیہ یوں ہے) **اقول** (میں کہتا ہوں) جو اس ضعیف بندے پر ظاہر ہوتا ہے وُہ یہ ہے کہ یہ غیر شرط ہے مگر اتباعِ شرط کے لئے یہاں تک کہ اگر واقف نے مطلقاً استبدال کی شرط لگائی تو یہ استبدال جنس کے ساتھ مقید نہ ہوگا جیسا کہ اسعاف کا کلام اس کا فائدہ دیتا ہے لہذا یہ بلا شرط تبدیل میں مشروط نہیں ہوگا۔ پھر میں نے خانیہ کی طرف رجوع کیا تو الحمدللہ اس کے کلام کو اپنے فہمیدہ پر بہتر نص پایا جہاں امام قاضی خاں رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اگر واقف نے کہا میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ مجھے دوسری زمین کے ساتھ استبدال کا اختیار ہوگا تو اس کو گھر کے ساتھ استبدال کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ وُہ شرط میں تبدیلی کا مالک نہیں، اور اگر اس نے کہا کہ مجھے گھر کے ساتھ استبدال کا اختیار ہوگا تو وہ دوسری زمین کے ساتھ استبدال نہیں کرسکتا اور اگر اس نے استبدال کی شرط لگائی مگر اس نے زمین یا گھر کا ذکر نہیں کیا پھر پہلی زمین کو بیچ دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ وہ ثمن کے بدلے کوئی بھی غیر منقولہ جائداد لے سکتا ہے چاہے زمین ہو یا گھر کیونکہ اس نے لفظ مطلق

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی مسائل الشرط فی الوقف مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۲۱

مختصراً فهذا بحمد الله نص صريح
جلی فيما فهمت اما ماكتبت عليه
فتبين و لله الحمد ان هذا الثامن
لامساغ له فی استبدال القاضی بلا شرط
فلذا اسقطته من شروطه و
ابدلته فی شروط الاستبدال المشروط
بما رأيت فی الشرط الرابع واسقطت
من السابع فی الاول وهو الرابع
فی الثانی عدم البيع بالدين
لعلمی بان الثالث مغن عنه وزدت
فی سابع الثانی ان لايفی ريعه
بمؤنته اخذا مما ذكر فی ردالمحتار
وقد نص عليه فی الاسعاف و
الخانية وعنها فی البحر نفسه
وزدت فی الاول الشرطين الاولين
لما فی الخانية والاسعاف والبحر
واللفظ له لو شرط الاستبدال
لنفسه ثم اوصی به الی
وصيه ، لايملك وصيه الاستبدال
ولو وكل وكيلا فی حياته
صح ، ولو شرطه لكل
متولی صح ، وملكه كل
متول ولو شرط الاستبدال
لرجل اٰخر مع نفسه ، ملك
الواقف الاستبدال وحده

ہولا ہے اھ اختصار ۔ یہ بحمداللہ کھلی اور واضح نص ہے
اس پر جو میں نے سمجھا اور جو میں نے شامی پر حاشیہ
لکھا الحمدللہ وہ واضح ہوگیا کہ یہ جو آٹھویں شرط ہے
استبدالِ قاضی بلا شرط میں اس کی گنجائش نہیں
اسی لئے میں نے اس کو استبدالِ غیر مشروط کی شرطوں
سے ساقط کردیا اور استبدال مشروط کی شرطوں
میں اسے اس چیز کے ساتھ بدل دیا جو میں نے شرطِ
رابع میں دیکھا اور میں نے اول میں ساتویں شرط
جو کہ ثانی میں چوتھی ہے سے دین کے بدلے بیع کے
عدم جواز کو یہ جان کر ساقط کردیا کہ تیسری شرط اس سے
بے نیاز کردیتی ہے ۔ اور جو کچھ ردالمحتار میں مذکور ہے
اس سے اخذ کرتے ہوئے میں نے ثانی کی ساتویں

شرط میں یہ اضافہ کیا کہ وقف کی آمدنی سے اس کا
خرچہ پورا نہ ہوتا ہو حالانکہ اسعاف اور خانیہ میں
اس پر نص کی گئی ہے اور خانیہ کے حوالے خود بحر
میں مذکور ہے ۔ اور اول میں پہلی دو شرطوں کا اضافہ
میں نے اس دلیل کی بنا پر کیا جو خانیہ، اسعاف اور
بحر میں ہے اور لفظ بحر کے ہیں کہ اگر واقف نے
اپنے لئے استبدال کی شرط لگائی پھر کسی کے لئے
اس کی وصیت کردی تو وصی استبدال کا مالک نہیں
ہوگا، اور اگر اپنی زندگی میں کسی کو وکیل بنایا تو
صحیح ہے، اور اگر ہر متولی کے لئے استبدال کی
شرط لگائی تو صحیح ہے اور ہر متولی اس کا مالک ہوگا،
اور اگر واقف نے اپنے ساتھ دوسرے شخص کے لئے
استبدال کی شرط لگائی تو واقف تنہا استبدال کا مالک

ولایملکہ فلان وحدہ[1] اھ مختصرا وفی الدر وغیرہ جاز شرط الاستبدال بہ ثم لایستبدلہا بثالثۃ لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ[2] اھ قال الشامی قال فی الفتح الا ان یذکر عبارۃ تفید لہ ذٰلک دائما[3] اھ فاغتنم ھذا التحریر والحمد ﷲ العلی الکبیر۔

ہوگا جبکہ دوسرا شخص تنہا اس کا مالک نہیں ہوگا اھ اختصار۔ درمختار وغیرہ میں ہے وقف زمین کو دوسری زمین سے بدل لینے کی شرط لگانا جائز ہے پھر اس کو تیسری زمین سے نہیں بدلے گا کیونکہ یہ حکم استبدال شرط کے ساتھ ثابت ہوا اور شرط صرف پہلی زمین میں پائی گئی نہ کہ دوسری میں شامی نے کہا فتح میں فرمایا ہے مگر واقف ایسی عبارت ذکر کرے جو اس کے لئے دائمی استبدال کا فائدہ دے اھ اس تحریر کو غنیمت سمجھ، اور تمام تعریفیں اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہیں (ت)

یہ حکم ہر عقار موقوف کا ہے جیسے زمین، مکان، دُکان، اسی طرح **اشجار** موقوفہ اگر پھل دار ہوں تو جب تک ہرے ہیں اُن کا کاٹنا بیچنا ناجائز اور گر پڑنے یا سُوکھ جانے کے بعد روا ہے کہ لکڑی بیچ کر مصارفِ وقف میں صرف کر دیں یہاں تک کہ اگر کوئی پھل کا درخت نصف خشک ہوگیا اور نصف قابلِ انتفاع ہے تو اُسی نصف خشک کی بیع جائز باقی کی ممنوع متولی اگر سبز کو کاٹے بیچے کا خائن ہے تولیت سے خارج کیا جائے گا، ہاں وہ پیڑ کہ پھل نہیں رکھتے بلکہ وقف کا انتفاع اُن سے یونہی ہے کہ اُنھیں بیچ کر دام کئے جائیں اُن کے سبز و خشک ہر طرح کی بیع جائز ہے،

فی العقود الدریۃ عن البحر الرائق عن عمدۃ الفتاوٰی لایجوز بیع الاشجار الموقوفۃ المثمرۃ قبل قلعہا بخلاف غیر المثمرۃ اھ وفی الفتح سئل ابوالقاسم الصفار عن شجرۃ وقف یبس بعضہا وبقی بعضہا فقال

عقود دریہ میں بحوالہ بحر عمدۃ الفتاوٰی سے منقول ہے کہ وقف شدہ پھل دار درختوں کو گر جانے سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں بخلاف ان درختوں کے جو پھل دار نہیں اھ۔ فتح میں ہے کہ ابوالقاسم صفار سے ایسے وقف شدہ درخت کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا کچھ حصہ خشک ہوگیا اور کچھ ابھی باقی ہے

---

[1] بحرالرائق کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۲۲
[2] درمختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳
[3] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

مایبس منها فسبیله سبیل غلتها وما بقی فمتروک علی حالہا اھ[1] (ملخصاً)

وفی العقود عن البحر عن الظھیریۃ لیس لہ ان یبیع الشجرۃ ویعمر الدار الخ[2] وفیہا سئل فی ناظر وقف قطع اشجار بستان الوقف الیانعۃ الغیر الشالبۃ ولا الیابسۃ وباعھا بلا وجہ شرعی فھل اذا ثبت ذٰلک علیہ بالوجہ الشرعی یستحق العزل الجواب نعم وافتی الشیخ اسمٰعیل بمثل ذٰلک[3]

تو انھوں نے فرمایا کہ جو خشک ہوگیا ہے اس کا راستہ وہی ہے جو اس کے غلہ کا راستہ ہے اور جو باقی ہے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا اھ تلخیص۔

عقود دریہ میں بحوالہ بحر، ظہیریہ سے منقول ہے کہ وقف درخت بیچ کر وقف گھر کی تعمیر کا اختیار متولی کو نہیں الخ۔ اسی میں ہے کہ ایسے متولی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے وقف باغ کے ایسے درخت کاٹ دئے جن کا پھل پکا ہُوا تھا اور وہ بے کار اور خشک نہ تھے اور انھیں بغیر کسی شرعی وجہ کے فروخت کردیا کہ اگر اس پر شرعی طریقے سے اس فعل کا ثبوت ہوجائے تو کیا وہ اس لائق ہے کہ اس کو معزول کردیا جائے؟، جواب: ہاں، اور شیخ اسمٰعیل نے اسی کی مثل فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

زوائد جیسے درختوں کے پھل زمین کا غلہ وغیرہ جن سے غرض یہ ہوتی ہے کہ انھیں بیچ کر مصارفِ مسجد و اغراضِ معینہ واقف میں صرف کریں ان کی بیع میں کوئی کلام نہیں مگر یہ بیع متولی کرے یا باذنِ قاضی شرع ہو کما قدمناہ عن الھندیۃ عن السراجیۃ (جیسا کہ ہم نے پہلے ہندیہ سے بحوالہ سراجیہ ذکر کیا ہے۔ت) ہاں جہاں جہاں ان مسائل میں اذنِ قاضی کی شرط مذکور رہوتی اگر قاضیِ شرع نہ ہو جیسے ان بلاد میں، تو بضرورت مسلمانانِ دیندار موتمن معتمد اس بار کو اپنے اوپر اُٹھا سکتے ہیں اور اللہ حساب لینے والا ہے اور وہ مصلح و مفسد کو خوب جانتا ہے،

فی الخانیۃ من فصل المقابر والرباطات قد ذکرنا ان الصحیح من الجواب ان بیعھم بغیر امر القاضی لایصح

خانیہ کی فصل المقابر والرباطات میں ہے تحقیق ہم ذکر کرچکے ہیں کہ صحیح حکم یہ ہے کہ قاضی کے حکم کے بغیر ان کی بیع درست نہیں سوائے اس جگہ کے

---

[1] العقود الدریۃ کتاب الوقف الباب الاول مطبوعہ حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۱۱۵

[2] " " " الباب الثانی " " " " " " ۱/۲۰۰

[3] " " " الباب الثالث " " " " " " ۱/۲۳۰

الا ان یکون فی موضع لا قاضی ھناك[1]۔ جہاں کوئی قاضی نہ ہو۔ (ت)

اسی طرح وُہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی مسجد بڑھانے کو خریدے ان کی بیع کا لبشرط مصلحت وُہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے اگرچہ وُہ دکان و مکانات و دیہات ہی ہوں کہ یہ خریداری اگرچہ بنظرِ مصلحت جائز ہوتی ہے مگر اس کے باعث وُہ چیزیں وقفِ مسجد نہ ہوگئیں کہ ان کی بیع ناجائز ہو،

فی الخانیۃ باب الرجل یجعل دارہ مسجدا المتولی اذا اشتری من غلۃ المسجد حانوتا او دارا او مستغلا اٰخر جاز لان ھذا من مصالح المسجد فاذا اراد المتولی ان یبیع ما اشتری وباع اختلفوا فیہ قال بعضھم لا یجوز ھذا البیع لان ھذا صار من اوقاف المسجد وقال بعضھم یجوز ھذا البیع وھو الصحیح لان المشتری لم یذکر شیئا من شرائط الوقف فلا یکون ما اشتری من جملۃ اوقاف المسجد[2] اھ وفی منحۃ الخالق ورد المحتار عن الفتح اعلم ان عدم جواز بیعہ الا اذا تعذر الانتفاع بہ، انما ھو فیما ورد علیہ وقف الواقف اما فیما اشتراہ المتولی من مستغلات الوقف فانہ یجوز بیعہ بلا ھذا الشرط وھذا لان فی صیرورتہ وقفا خلافا

خانیہ کے "باب الرجل یجعل دارہ مسجدا" میں ہے کہ متولی اگر مسجد کی آمدنی سے دکان، گھر یا دیگر منافع خریدے تو جائز ہے کیونکہ یہ مسجد کے مصالح میں سے ہے۔ پھر جب متولی چاہے کہ جو اس نے خریدا اس کو فروخت کرے، اور فروخت کرے تو اس میں فقہاء نے اختلاف کیا، بعض نے کہا کہ یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ یہ چیز اوقاف مسجد میں سے ہوچکی ہے، اور بعض نے کہا کہ یہ بیع جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ مشتری نے شرائط وقف میں سے کچھ بیان نہیں کیا لہذا جو کچھ اس نے خریدا وہ اوقافِ مسجد میں سے نہیں ہوگا اھ منحۃ الخالق اور ردالمحتار میں فتح کے حوالہ سے ہے۔ جان لے کہ بیشک وقف سے انتفاع کے متعذر ہوئے بغیر اس کی بیع کا عدمِ جواز صرف اس چیز میں ہے جس پر واقف کا وقف وارد ہوا، رہی وہ چیز جس کو متولی نے وقف کی آمدنی سے خریدا تو اس میں شرط مذکور کے بغیر بھی بیع جائز ہے کیونکہ اس کے وقف ہونے میں اختلاف ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباطات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۲۶۷

[2] " " " " باب الرجل یجعل دارہ مسجدا " " ۴/۲۱۵

والمختار انه لایکون وقفا فللقیم ان یبیعه متی شاء لمصلحة عرضت[1] اھ ، واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اور مختار یہ ہے کہ وہ وقف نہیں ہے لہذا متولی کو اختیار ہے کہ کسی مصلحت کے عارض ہونے پر جب چاہے اس کو فروخت کرسکتا ہے اھ ، اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)